بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

مخالفین سے عدم تعلق کے قرآنی احکام کا پس منظر

(بعض آیات کی تشریح و توضیح)

سید جلال الدین عمری

قرآن مجید پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان میں ایک اعتراض الفاظ اور عنوان بدل بدل کر یہ کیا جاتا ہے کہ وہ علاحدگی پسند ہے اور دوسرے مذاہب کے ماننے اور مخالف نقطۂ نظر رکھنے والوں سے قطع تعلق کا حکم دیتا ہے اور مسلمانوں کو ان سب افراد اور طبقات سے کاٹ کر رکھتا ہے جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں، وہ ان سے کسی قسم کے روابط کا روادار نہیں ہے۔ وہ مخالفین کو برداشت نہیں کرتا اور ان کے خلاف مسلمانوں کو صف آرا کرتا اور 'جہاد' کے نام پر جنگ و قتال اور خوں ریزی پر ابھارتا ہے۔ لیکن یہ اعتراض جتنا بھیانک ہے اتنا ہی بے بنیاد ہے، اس لیے کہ اسلام کی واضح تعلیمات اس کی صاف تردید کرتی ہیں وہ غیر مسلموں سے عام انسانی اور اخلاقی روابط سے کبھی منع نہیں کرتا۔ اس نے خاص حدود میں ان سے سماجی، معاشرتی اور معاشی تعلقات کی بھی اجازت دی ہے۔ ان حدود کی معقولیت سب کے نزدیک مسلّم ہے کسی بااصول اور نظریاتی ملت کے لیے ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن مجید کی جن آیات میں مخالفین سے تعلقات نہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے ان کا موقع و محل اور سیاق و سباق بالکل الگ ہے۔ اس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط فہمی کا امکان رہتا ہے اور اسے نظر انداز کرنے سے بے جا اعتراضات کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے۔ ان آیات کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ان حالات کو سامنے رکھنا ہوگا جن میں وہ نازل ہوئیں۔

اسلامی تاریخ کے بالکل ابتدائی دور کی یاد ذہن میں ذرا تازہ کیجیے جب کہ اس کی دعوت آہستہ آہستہ عام ہوتی گئی اور مدینہ میں ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست وجود

میں آگئی اس واقعہ نے مخالفین کی صفوں میں اضطراب اور ہلچل پیدا کردی اور مخالفت کی آندھی زیادہ شدت سے ہر طرف چلنے لگی۔ مشرکین اور یہود و نصاریٰ اپنے اختلافات کو بھول کر اسلام کے خلاف متحد ہو گئے، ہر طرح کی سازشوں کا ایک جال بچھا دیا گیا اور مسلسل حالت جنگ قائم کر دی گئی، اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی جو بھی تدبیر کی جاسکتی تھی وہ بے دریغ اختیار کی جانے لگی۔

یہ کھلے دشمنوں کا حال تھا دوسری طرف منافقین جو مفادات کے غلام تھے، بظاہر اسلام کا دم بھرتے اور مسلمانوں سے اپنی خیر خواہی اور اخلاص و محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن دل سے مخالفین کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ انھیں ان کا پورا تعاون حاصل تھا اور وہ ان کے دم ساز اور غم خوار بنے ہوئے تھے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو اسلام پر ثابت قدمی کی ہدایت کی گئی، دین و ایمان کے تقاضے واضح کیے گئے اور بتایا گیا کہ جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں ان سے انھیں دور رہنا چاہیئے۔ ان سے رازدارانہ تعلقات اور ذہنی قربت و یگانگت ایمان کے منافی ہے۔

منافقوں کے کردار سے بھی پردہ ہٹایا گیا اور مخلص مسلمانوں سے کہا گیا کہ وہ ان کی پس پردہ سازشوں سے ہوشیار رہیں۔ یہ مارِ آستیں کھلے دشمنوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔

اسلام کے ان کھلے اور چھپے دشمنوں سے تعلقات ایمان کے منافی بھی تھے اور خالص سیاسی نقطۂ نظر سے بھی بے حد مہلک اور تباہ کن تھے۔ اس سے اسلامی ریاست سنگین خطرات سے دوچار ہو سکتی تھی۔ اس کا تحفظ ضروری تھا۔ دنیا کی کوئی بھی حکومت دشمن سے تعلقات قائم کرنے، اس سے رازدارانہ معاملات کرنے، اسے خفیہ معلومات فراہم کرنے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کی سازشوں میں شریک ہونے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتی۔ مسلمانوں کو اپنے ان مخالفین سے تعلق نہ رکھنے کا قرآنِ مجید کی جن آیات میں حکم دیا گیا ہے ان کے آگے پیچھے اور بعض اوقات ان ہی آیات میں اس کا پس منظر صاف موجود ہے۔ اس طرح کی چند آیات ضروری تشریح کے ساتھ یہاں پیش کی جارہی ہیں۔

سورہ آلِ عمران میں ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ
لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا وَدُّوْا
مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ
الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ
وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ
قَدْ بَيَّنَّا لَـكُمُ الْاٰيٰتِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ
اُولَاۤءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا
يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ
بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا
لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖ
وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ
مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ
تَسُؤْهُمْ ۖ وَاِنْ تُصِبْكُمْ
سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَ
اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا
يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
شَيْـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا
يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

(آلِ عمران: ۱۱۸-۱۲۰)

اے ایمان والو اپنے لوگوں کے سوا دوسروں کو رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہارے بگاڑ میں کوتاہی نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس چیز سے خوش ہوتے ہیں جس سے تمہیں تکلیف پہونچے۔ ان کے موںھ سے بغض وعداوت ظاہر ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نے تمہیں اپنی آیات کھول کر بیان کر دی ہیں اگر تم عقل سے کام لو۔ دیکھو تم تو ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم تمام آسمانی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہو۔ جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف غصہ سے انگلیاں چبانے لگتے ہیں۔ ان سے کہو کہ مرو اپنے غصہ سے۔ بے شک اللہ سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔ اگر تمہیں کوئی بھلائی پہونچے تو انھیں تکلیف ہوتی ہے اور اگر تمہیں تکلیف پہونچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی کوئی چال تمہیں کچھ نقصان نہیں پہونچائے گی۔ بے شک اللہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اسے

احاطہ میں لیے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں یہود کا ذکر ہے۔ منافقین پوری طرح ان کے ساتھ تھے۔ یہود کی آبادی مدینہ سے ملی ہوئی تھی، ان کے قبائل اس کے اطراف موجود تھے۔ مسلمانوں کے ان سے قدیم تعلقات چلے آرہے تھے، دوستی اور ہمسائگی تھی، کاروبار اور لین دین تھا، معاہدے تھے، اس وجہ سے بہت سے سیدھے اور سادہ دل مسلمان ان کی سازشوں کو محسوس نہیں کر پا رہے تھے، انھیں بدخواہ اور دشمن سمجھنا ان کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔ منافقین خود مسلمانوں میں گھلے ملے تھے، ان سے ان کے خونی رشتے اور مختلف قسم کے سماجی اور معاشرتی تعلقات تھے۔ یہ منافقین مسلمانوں کے اندر بیٹھ کر یہود کا کردار ادا کر رہے تھے۔ قرآن نے ان دونوں کے ناپاک عزائم سے آگاہ کیا اور بتایا کہ ان کی عداوت اور مخالفت ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ان کے قول و فعل سے نمایاں ہے۔ تمہاری کامیابی سے ان کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگتے ہیں اور صدمات کے پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ تم کسی ناکامی سے دوچار ہوتے ہو تو ان کے گھروں میں مسرت کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ ان اعداءِ دین سے ذہنی و قلبی وابستگی، انھیں خیرخواہ سمجھنا اور انھیں اپنا رازدار بنانا تمہارے لیے صحیح نہیں ہے۔ ان آیات میں پہلی آیت کا پس منظر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ان کے شاگرد مجاہد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

نزلت فی قوم من المؤمنین کانوا یصافون المنافقین ویواصلون رجالا من الیہود لما کان بینہم من القرابۃ والصداقۃ والجوار والرضاع والحلف فنہوا عن مباطنتہم[1]	یہ آیت اہلِ ایمان میں سے بعض ان لوگوں کے سلسلہ میں نازل ہوئی جو منافقین سے خلوص اور محبت اور یہود کے بعض افراد سے قریبی تعلقات اس وجہ سے رکھتے تھے کہ ان کے درمیان قرابت اور دوستی تھی، ہم سائگی تھی، رضاعت اور حلیف ہونے کے روابط تھے۔ ان سے باطنی تعلقات سے (یہاں) منع کیا گیا ہے۔

---

[1] ابن جوزی، زاد المسیر: ۱/۴۴۶۔ ابن جریر میں یہ روایت کسی قدر مختصر ہے۔ جامع البیان: ۷/۱۴۰۔

ان آیات میں یہود کی عداوت اور مخاصمت کا ذکر ہے۔ نصاریٰ کا رویہ بھی فی الجملہ اس سے مختلف نہ تھا۔ مشرکین تو ان سب سے آگے تھے۔ ان سب نے مل کر حالات ہی ایسے پیدا کر دئے تھے کہ مسلمانوں کو ان سے قریبی تعلقات قائم کرنے سے منع کرنا پڑا۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو یہود و نصاریٰ
تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى	کو ولی نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے
اَوْلِیَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ	کے ولی ہیں۔ تم میں سے جو کوئی ان کو
وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ	ولی بنائے تو وہ ان ہی میں سے ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ	بے شک اللہ ظالموں کو راہِ ہدایت
(المائدہ: ۵۱)	نہیں دکھاتا۔

اسی سلسلۂ بیان میں آگے ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا	اے ایمان والو، تم سے پہلے جن
تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا	کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے جن لوگوں
دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ	نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ	رکھا ہے اور کافروں کو اپنا ولی اور
وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ	دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرتے
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ	رہو اگر تم صاحب ایمان ہو۔ جب تم
اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ	نماز کے لیے بلاتے ہو (اذان دیتے ہو)
لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۝	تو وہ اس کا مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔
(المائدہ: ۵۷، ۵۸)	اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے۔

اس نازک ملی اور دینی صورت حال میں ایک کردار وہ تھا جو منافقین پیش کر رہے تھے اور دوسرا کردار مخلص اہل ایمان کا تھا۔ قرآن مجید نے ان دونوں کی بھرپور تصویر کشی کی ہے۔ منافقین کے بارے میں بتایا کہ ان کے دل نورِ ایمان سے خالی ہیں، دین کا مذاق اڑانے میں انھیں کوئی تامل نہیں ہوتا۔ وہ تذبذب کا شکار اور یکسوئی سے محروم ہیں، کسی مقصد کے لیے ایثار و قربانی کا تصور ان کے لیے گراں ہے۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی آزمائش

کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں تمہارے دشمنوں کے ساتھ ہیں لیکن کسی بھی نازک موقع پر وہ ان کا بھی ساتھ چھوڑ دیں گے۔ منافقین کی یہ تصویر قرآن کے مختلف مقامات میں موجود ہے۔ یہاں سورۂ نساء کی بعض آیات پیش کی جا رہی ہیں۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ

منافقوں کو خوش خبری سنا دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے، جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب میں پہلے ہی تمہیں یہ ہدایت دے چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار ہو رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ ورنہ تمہارا شمار بھی ان ہی میں ہوگا بے شک اللہ منافقین اور کفار کو جہنم میں ایک ساتھ جمع کرے گا۔ ان منافقین کا حال یہ ہے کہ وہ تمہارے بارے میں انتظار میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح و کامرانی حاصل ہو تو وہ کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو اس کا کچھ حصہ ملے تو کہیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں گھیر نہیں لیا تھا اور اہل ایمان سے بچایا نہیں تھا؟ اللہ قیامت کے روز ان

الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ
اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ اِنَّ
الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ
اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ
وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ
قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ
النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ
اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ
بَيْنَ ذٰلِكَ ۤ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ
وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ وَمَنْ
يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ
سَبِيْلًا ۝ (النساء:۱۳۸-۱۴۳)

کے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ ہرگز
کافروں کو اہلِ ایمان پر غلبہ کی راہ نہیں
دے گا۔ منافقین اللہ کو دھوکا دے
رہے ہیں اور (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ
انھیں دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔
جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے
ہیں تو سستی اور بے دلی کے ساتھ
لوگوں کو دکھانے کے لیے کھڑے ہوتے
ہیں۔ اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔ یہ
(حق و باطل) کے درمیان تذبذب میں
ہیں نہ اس طرف ہیں اور نہ اس طرف
جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے
لیے تم ہرگز کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

منافقین میں سے بعض وہ بھی تھے جو اپنے مفادات کی خاطر دارالحرب میں رکے ہوئے تھے، دشمنوں سے ان کی ساز باز تھی، ان کا تعاون انھیں حاصل تھا، وہ ہجرت کے لیے جو اس وقت فرض ہو چکی تھی، آمادہ نہ تھے، اسلام سے ان کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا، اسلامی ریاست پر کوئی خطرہ کی گھڑی آجائے تو وہ دشمنوں کی صف میں نظر آتے ۔ قرآن نے ان سے بھی قطع تعلق کا اور ان کے خلاف وقت ضرورت تلوار اٹھانے کا حکم دیا۔ ارشاد ہے:۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ
فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ
بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ
وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ
لَهٗ سَبِيْلًا ۝ وَدُّوْا لَوْ

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقین
کے بارے میں تمہارے دو گروہ
بن گئے ہیں، حالانکہ ان کے ان اعمال
کی وجہ سے جو انھوں نے کیے ہیں
اللہ نے انھیں الٹا پھیر دیا ہے۔ کیا
تم چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ

تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ (النساء: ۸۸، ۸۹)

کر دیا اسے راہ دکھاؤ۔ جسے اللہ راہ سے بھٹکا دے اس کے لیے تم ہرگز کوئی راہ نہ پاؤ گے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ خود کافر ہیں اور پھر تم سب برابر ہو جاؤ۔ ان کو اپنا دوست اور ولی نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے (مدینہ) نہ آجائیں۔ اگر وہ روگردانی کریں تو انھیں پکڑو اور جہاں انھیں پاؤ مار ڈالو۔ انھیں اپنا ولی اور مددگار نہ بناؤ۔

سورۂ مجادلہ میں منافقین کا رویہ زیر بحث ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے تعلقات استوار کر رہے ہیں اور قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی کے بھی مخلص نہیں ہیں جس مال و دولت کے لیے آج وہ اپنا دین و ایمان بیچ رہے کل وہ ان کے کچھ کام نہ آئے گا۔ شیطان ان کے سروں پر مسلط ہے اور یہ اسی کے گروہ کے افراد ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کا کردار بیان ہوا ہے جو ایمان و اخلاص کی دولت سے مالا مال ہیں اور جن کے دلوں میں خدا اور آخرت کا خوف جاگزیں ہے کہ ان کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان لوگوں سے خفیہ یا علانیہ تعلقات رکھیں جو خدا کے دین سے برسرِ پیکار ہیں، چاہے وہ ان کے قریب ترین اعزہ اور خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کا کردار وہی ہوگا اور وہی ہونا چاہئے جو کسی غیرت مند ملت اور اعلیٰ نصب العین کے حامل گروہ کا ہوتا ہے۔ اس کی تصویر کشی ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

تم یہ نہ دیکھو گے کہ جن لوگوں کا اللہ اور یوم آخر پر ایمان ہے وہ ان لوگوں سے مودت کے تعلقات رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ	کرتے ہیں خواہ وہ ان کے باپ ہوں
عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ	یا بھائی یا ان کے خاندان والے یہ
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ	وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ
اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَ	نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی طرف
يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ	سے ایک روح کے ذریعہ ان کی
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ	مدد کی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں
فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا	میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں
عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ	بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔
اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ	اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ ان سے
الْمُفْلِحُوْنَ ○	راضی ہوئے۔ یہ اللہ کے گروہ کے
(المجادلہ: ۲۲)	لوگ ہیں یاد رکھو اللہ کے گروہ والے
	ہی کامیاب ہوں گے۔

ایمان اور اخلاص کے باوجود اس بات کا امکان بہرحال ہے کہ دین کی محبت پر رشتوں ناطوں اور سماجی تعلقات کی محبت غالب آجائے اور آدمی کوئی ایسا قدم اٹھا دے جس کے نتائج امت کے عمومی مفاد اور اسلامی ریاست کے لیے خطرناک ہوں۔ اسی طرح کی ایک فروگزاشت پر قرآن مجید نے تنبیہ کی اور دین و ایمان کے تقاضے واضح کیے۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے۔

قریش مکّہ نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی زیادتیاں کیں، ہجرت مدینہ کے بعد بار بار جنگ مسلط کی، مسلمانوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو خدا کے گھر کعبۃ اللہ کی زیارت سے روکا۔ بالآخر صلح حدیبیہ ہوئی[1] اس میں دس سال کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ ہوا۔ اسی معاہدہ کی ایک شق یہ تھی کہ جو قبیلہ جس فریق کا چاہے حلیف بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس شق کے تحت بنوخزاعہ مسلمانوں کے اور بنوبکر قریش کے حلیف بنے۔[2] لیکن جلد ہی بنوبکر نے بنوخزاعہ پر یورش کر دی۔ قریش نے

---

[1] پوری تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام، سیرۃ النبیؐ: ۳/۳۵۵ سے آگے کے صفحات اور دیگر کتب سیرت۔ [2] معاہدہ صلح کے متن کے لیے ملاحظہ ہو۔ ابن ہشام: ۳/۳۶۶

ان کی اسلحہ اور افراد کے ذریعہ پشت پناہی کی اور معاہدہ کو توڑ کر بنو خزاعہ کے ساتھ ظلم و زیادتی میں شریک ہو گئے۔ یہ بین الاقوامی ضابطہ کی صریح خلاف ورزی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے جنگ کی تیاری شروع کر دی[1]۔

تیاری کے اس مرحلہ میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے جن کے اخلاص میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا اور جو بدری صحابی تھے خط کے ذریعہ مشرکین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تیاری کی اطلاع دے دی۔ یہ خط ایک عورت لے جا رہی تھی۔ اس نے مدینہ سے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ وحی کے ذریعہ آپ کو اس کی خبر ہو گئی۔ آپ نے حضرت علیؓ اور تین دیگر صحابہ کو بھیج کر اس عورت سے یہ خط برآمد کرا لیا۔ جب حاطب بن ابی بلتعہؓ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے خط کا اعتراف کیا اور عرض کیا کہ قریش سے میرا کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ میری حیثیت ان کے حلیف کی ہے۔ جنگ کی صورت میں مہاجرین کے جو رشتہ دار ہیں ان کی وجہ سے ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی حفاظت ہو جائے گی لیکن میرے بچوں اور عزیزوں کی کوئی حفاظت نہ ہو سکے گی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ قریش کو اگر میں اس کی پہلے سے اطلاع دے دوں تو وہ میرے شکر گزار ہوں گے اور میرے متعلقین کا خیال رکھیں گے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ میری اس اطلاع سے کوئی فرق واقع ہونے والا نہیں ہے۔ قریش کی قوت بہر حال اب کی بار ختم ہو کر رہے گی۔ بہر حال یہ تھا میرا مقصد۔ میرے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ میں نے نہ تو کفر کا راستہ اختیار کیا ہے اور نہ مرتد ہوا ہوں۔ حضرت حاطبؓ نے جو بات تھی ٹھیک بیان کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرمایا۔ اس موقع پر حسب ذیل آیات نازل ہوئیں[2]۔

---

[1] بنو خزاعہ پر حملہ آور اس کے اسباب اور بعد کے واقعات کے لیے دیکھی جائے۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی: ۴/۳-۱۵

[2] بخاری، کتاب الجہاد۔ باب الجاسوس۔ نیز، کتاب المغازی، باب غزوہ الفتح الخ۔ مسلم کتاب الفضائل۔ باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعہؓ و اہل بدر۔ اس سلسلہ کی مزید روایات کے لیے دیکھی جائے۔ ابن کثیر، تفسیر: ۴/۳۴۶۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن: ۱۸/۵۰-۵۲۔ قرطبی وغیرہ میں بعض کم زور روایات کے حوالہ سے اس خط کا مضمون بھی نقل ہوا ہے جو حضرت حاطب بن بلتعہؓ نے مشرکین قریش کو لکھا تھا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ
اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ
بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا
بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ
الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ
وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ
خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ
سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ
تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ
وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ
اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ
فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝
اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ
اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْۗءِ
وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝
لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ
وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
(الممتحنۃ: ۱-۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو میرے اور
اپنے دشمنوں کو اولیاء اور دوست نہ
بناؤ۔ تم ان سے دوستی کا تعلق قائم کرتے
ہو جب کہ وہ اس حق کا انکار کر چکے ہیں
جو تمہارے پاس آیا ہے وہ اللہ کے
رسول کو اور تمہیں اس بات پر نکالتے
ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان رکھتے
ہو۔ (اس طرح تعلق قائم کرنا صحیح نہیں
ہے) اگر تم میرے راستہ میں جہاد اور
میری رضا کی طلب میں نکلے ہو۔ تم ان
کے پاس دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو
اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے
اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ تم میں سے جو یہ
کرے وہ سیدھے راستہ سے بھٹک
گیا۔ ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں
پالیں تو تمہارے دشمن بن جائیں اور
تمہارے خلاف اپنے ہاتھ اور زبان
چلانے لگیں۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ
تم بھی کفر کی راہ اختیار کرو۔ قیامت
کے دن تمہاری رشتہ داریاں اور تمہاری
اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اللہ
تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔
جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

ان آیات میں اہلِ ایمان سے خطاب ہے کہ تم نے اللہ کی رضا جوئی میں اور اس کی راہ میں جان و مال لٹانے کے جذبہ سے اپنا گھر بار چھوڑا اور ہجرت

کی، پھر تم ان لوگوں کو کیسے اپنا ولی اور دوست بنا سکتے ہو جنھوں نے اللہ کے رسول کو اور خود تمہیں محض اس وجہ سے مکہ کی سرزمین پر رہنے نہیں دیا کہ تم اللہ واحد کا نام لیتے ہو اور اس کے دین کی دعوت دے رہے ہو۔ آج بھی ان کی تلواریں نیام سے باہر اور تمہارے خون کی پیاسی ہیں وہ صرف موقع کی تاک میں ہیں۔ ان کی زبانیں آگ اگل رہی ہیں۔ جب اور جتنی اذیت تمہیں پہونچا سکتے ہیں پہونچا رہے ہیں۔ ان کی خواہش اور کوشش ہے کہ تمہیں عبادت واطاعت کی راہ سے پھیر کر معصیت کی راہ پر ڈال دیں۔ اس طرح کے دشمنوں سے تم خفیہ تعلقات قائم کر رہے ہو اور حکومت کے راز ان پر کھول رہے ہو۔ تمہیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اللہ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ ظاہر و باطن سب کچھ اس کے لیے عیاں ہے۔ تم نے یہ اقدام مال واسباب اور خویش واقارب کی محبت میں کیا ہے۔ حالانکہ قیامت میں یہ رشتے ناطے بکھر جائیں گے اور یہ وابستگیاں ختم ہو جائیں گی۔ وہاں تو صرف اللہ سے تعلق اور محبت ہی کام آئے گی۔[1]

سورۂ توبہ جہاد کی سورہ ہے۔ اس میں مشرکین کی عہد شکنی اور ان حالات کا جن میں جہاد کا حکم دیا گیا تفصیل سے ذکر ہے۔ جہاد کے جواز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "ان لوگوں کے ساتھ عہد و پیمان کیسے باقی رہ سکتا ہے جو اگر تم پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے سلسلہ میں نہ کسی رشتہ اور قرابت کا خیال کریں اور نہ عہد و پیمان کا۔ وہ تو اپنی زبان سے تمہیں خوش کر رہے ہیں جب کہ ان کے دل اس کے خلاف ہیں۔ ان میں سے بیشتر بدکردار ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کے عوض دنیا کی تھوڑی سی پونجی خریدی ہے۔ اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روک رہے ہیں۔ حالانکہ بہت برا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ وہ کسی مومن کے سلسلہ میں نہ رشتہ کا

---

[1] ان آیات کے بعد کہا گیا ہے کہ جو لوگ تم سے دین کی وجہ سے برسرپیکار نہیں ہیں اور جنھوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے بے دخل نہیں کیا، ان کا معاملہ مختلف ہے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک اور عدل وانصاف اور احسان کے رویہ سے تمہیں منع نہیں کیا گیا ہے (آیت نمبر ۹،۸) اس پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

خیال کرتے ہیں اور نہ عہد و پیمان کا۔ وہی (ہر معاملہ میں) زیادتی کرتے والے ہیں۔ اگر وہ (اپنی حرکتوں کو چھوڑ کر) ایمان لے آئیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے (ان سے جنگ ختم ہو جائے گی) ہم جاننے والوں کے لیے آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ عہد و پیمان کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان ائمۂ کفر سے جنگ کرو۔ ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔ کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے جنھوں نے عہد توڑے اور رسول کے اخراج کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے ہی (عہد شکنی کرکے) پہلے جنگ چھیڑی ہے۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔" (آیت ۸ - ۱۳)

ان حالات میں دشمن کی سرکوبی کی ضرورت تھی۔ اس راہ میں رشتوں، ناطوں، مادی علائق اور دنیوی مفادات کا رکاوٹ بننا ملی اور سیاسی موت کے ہم معنی تھا اس لیے ارشاد ہوا:۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو اپنے باپوں اور
لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ	اپنے بھائیوں کو بھی اولیا اور دوست
اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا	نہ بناؤ اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو
الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ	پسند کرتے ہوں۔ تم میں سے جو ان کو
یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ	ولی بنائیں گے وہی ظالم ہیں۔ اے پیغمبر
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ اِنْ	ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور
كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ	تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور
وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ	تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان
وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن	اور تمہارے مال جو تم نے کمائے ہیں اور
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ	تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے تم
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	ڈرتے ہو اور مکانات جنھیں تم پسند

تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (توبہ:۲۴)

کرتے ہو اگر یہ سب تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کے راستہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ نافذ کردے اور اللہ فاسقوں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

قرآن مجید کے ان بیانات سے ان سنگین حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین نے مل کر پیدا کر دئے تھے۔ مسلمان پوری طرح حالتِ جنگ سے گزر رہے تھے، عہد و پیمان توڑے جا رہے تھے، سازشیں جاری تھیں، خطرات کے بادل ریاست پر منڈلا رہے تھے بلکہ ہر طرف سے دشمن کی یلغار تھی اور امن کی کوئی صورت نہیں رہ گئی تھی۔ اس صورت حال میں کسی فرد کا ملت اور ریاست کی حریف طاقتوں سے محبت کا رشتہ استوار کرنا اور خفیہ تعلقات رکھنا غدّاری اور بغاوت سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اس کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر اسلام سے اس کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ ملّی اور ملکی حالات سے آنکھیں بند کر کے اپنے ماننے والوں کو دشمن کی سازشوں کا شکار اور اس کی تقویت کا باعث بننے کی اجازت دے گا اور ریاست کو خطرہ میں ڈالے گا۔ اسے بیک وقت بیرونی دشمنوں کا بھی اور اندرونی دشمنوں کا بھی سامنا تھا اس نے ان دونوں ہی سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی، حکم تھا اور صحیح اور بر وقت حکم تھا کہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ منافقوں سے بھی تعلقات نہ رکھے جائیں۔ اس پر اعتراض وہی شخص کر سکتا ہے جو سیاسی پیچیدگیوں سے ناواقف ہے۔ یہ تعلقات ملکی یا سیاسی نقطۂ نظر ہی سے نہیں دین و ایمان کے پہلو سے بھی تباہ کن ہیں۔ آدمی اگر ان لوگوں سے تعلقات رکھے جن کی دین سے عداوت و نفرت بالکل کھلی ہوئی ہے، جو اس کے خلاف برسرِ پیکار رہیں اور اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں تو اس کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا، کسی نہ کسی مرحلہ میں اس کے قدم ضرور ڈگمگا جائیں گے۔ منافقین سے دوری اور علیحدگی اس لیے ضروری تھی کہ جب بھی کوئی نازک گھڑی پیش آتی خدا اور رسول پر عدم اعتماد کا اظہار ان کا وطیرہ بن چکا تھا۔ اُن کی پوری کوشش ہوتی کہ معاشرہ میں ریب و تذبذب کی

فضا پیدا کردیں اور مسلمان ایمان ویقین کی دولت سے محروم ہوجائیں۔ ان کی بے یقینی چھوت کی بیماری کی طرح پھیل سکتی تھی۔ قرآنی تنبیہات نے اس سے محفوظ رکھا۔

اب آئیے یہ دیکھیں کہ ان حالات میں کیا ہر قسم کے تعلقات سے منع کیا گیا ہے یا ممانعت خاص قسم کے تعلقات کی ہے؟ اس کے لیے زیر بحث آیتوں کے ان الفاظ پر غور کرنا ہوگا جن سے اس ممانعت کی نوعیت ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں ایک لفظ 'بطانہ' ہے۔ (آل عمران: ۱۱۸)

'بطانہ' کا مادہ بطن ہے۔ جوہری کی صحاح میں ہے کہ 'بطانۃ الثوب' کپڑے کے اندرونی حصہ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی ضد ہے 'ظہارۃ الثوب' اس کے معنی ہیں کپڑے کا بیرونی حصہ۔ آدمی کے خاص لوگوں کو جن پر وہ اعتماد کرتا ہے 'بطانۃ الرجل' کہا جاتا ہے۔[1]

امام راغب فرماتے ہیں:۔

البطانۃ خلاف الظہارۃ	'بطانہ' کا لفظ 'ظہارہ' کا ضد ہے۔
.....وتستعار البطانۃ لمن	یہ مستعار لیا جاتا ہے اس شخص کے لیے
تختصہ بالاطلاع علی باطن	جسے تم اپنے پوشیدہ امور کے اظہار
امرک[2]	کے لیے خاص کرلیتے ہو۔

ہمارے ایک قدیم ترین مفسر علامہ ابن جریر طبری نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔

انما جعل البطانۃ مثلا	آدمی کے خاص دوست کو بطور
لخلیل الرجل فشبہہ	مثال بطانہ قرار دیا گیا ہے اس میں
بما ولی بطنہ من ثیابہ	اسے ان کپڑوں سے تشبیہ دی گئی
لحلولہ منہ فی اطلاعہ	ہے جو آدمی کے جسم سے لگے رہتے ہیں۔
علی اسرارہ وما یطویہ	اس لیے کہ اس طرح کا دوست آدمی

---

[1] ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری، تاج اللغۃ وصحاح العربیۃ: ۲/ ۳۵۷۔
[2] راغب، مفردات القرآن۔

عن ابا عدة وكثير من اقاربه محل ما ولى جسده من ثيابه [1]	کے اسرار و رموز سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ غیروں سے اور بہت سے اپنے عزیزوں سے بھی پوشیدہ رکھتا ہے، ہے، واقف ہوتا ہے۔ اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو مقام آدمی کے ان کپڑوں کا ہوتا ہے جو اس کے جسم سے لگے ہوئے ہیں۔

ان میں سے بعض آیتوں میں دشمنوں کو اولیاء بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ (مائدہ: ۵۱، ۵۷۔ نساء ۸۸، ۸۹، ۱۳۸ وغیرہ) 'اولیاء' ولی کی جمع ہے۔ اس میں انتہائی قربت، نصرت و حمایت اور حکمرانی و سرپرستی کا تصور پایا جاتا ہے [2]

اسی مادہ سے 'مولیٰ' کا لفظ نکلا ہے۔ اس کے متعدد استعمالات ہیں رب، مالک، سردار، منعم و محسن، غلام آزاد کرنے والا، مدد کرنے والا، محبت کرنے والا، تابعداری کرنے والا، پڑوسی، چچازاد بھائی، حلیف، جس سے عہد و پیمان ہو، قرابت دار (داماد) غلام، آزاد کردہ غلام، جس پر احسان کیا جائے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ حدیث میں ان میں سے بیشتر استعمالات موجود ہیں۔ سیاق و سباق سے ان کا مفہوم متعین ہوتا ہے [3]

ان الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے اعداءِ دین سے قلبی تعلق رکھنے اور انھیں اپنا ہمدرد، سرپرست اور مددگار بنانے سے منع کیا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اس کے ماننے والے مخالفین سے جڑے رہیں، جو لوگ ان کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں ان سے وہ قریب ہوتے چلے جائیں، انھیں وہ اپنا مخلص اور خیر خواہ تصور کریں، ان سے عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرح ان کے تعلقات ہوں، ان کو ہمدرد

---

[1] ابن جریر، جامع البیان عن تفسیر آی القرآن: ۷/۱۳۸

[2] راغب، مفردات القرآن

[3] ابن اثیر، النہایہ فی غریب الحدیث: ۴/۲۳۱

اور بہی خواہ سمجھ کر خفیہ امور مملکت بھی ان پر کھول دیں۔ اسلام کی اس ہدایت پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ اس طرح کے تعلقات کا کوئی اخلاقی اور قانونی جواز نہیں ہے۔ اس سے ہٹ کر جہاں تک عام انسانی ہمدردی، حسن سلوک اور ان کے دکھ درد میں کام آنے کا تعلق ہے اس سے ان آیات میں منع نہیں کیا گیا ہے۔

اسی ذیل میں "مودّت" سے بھی منع کیا گیا ہے (الممتحنۃ: ۱) علامہ خازن کہتے ہیں۔

فان قلت قد اجمعت	اگر تم یہ سوال کرو کہ امت کا اس پر
الامۃ علی انہ تجوز	اجماع ہے کہ کفار کے ساتھ میل جول
مخالطتہم ومعاملتہم	رکھنا، معاملات کرنا اور معاشرتی
ومعاشرتہم فما	تعلقات رکھنا جائز ہے تو یہ وہ کون سی
ھذہ المودۃ المحظورۃ	مودّت ہے جس سے منع کیا گیا ہے
قلت المودۃ المحظورۃ	تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مودّت
ھی مناصحتہم وارادۃ	سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے
الخیر لہم دینا ودنیا	کفر کے باوجود ان کے ساتھ دین و دنیا
مع کفرھم فاما ماسوی	کے پہلو سے اخلاص اور خیر خواہی کا رویہ
ذلک فلا حظر فیہ[1]	اختیار کرنا۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام
	معاملات میں ان سے موالات ممنوع نہیں ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے کہ کفار سے تعلقات رکھے جائیں یا نہ رکھے جائیں۔ ان سے ہر طرح کے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں البتہ ایک مسلمان دل سے یہ نہیں چاہ سکتا اور ایسا رویہ نہیں اختیار کر سکتا جس سے ان کے کفر و شرک کی تائید ہو، اس لیے کہ ان کے ساتھ اخلاص و خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں راہِ حق دکھائی جائے اور اسلام کی صداقت ان پر واضح کی جائے۔

---

[1] خازن، لباب التاویل فی معانی التنزیل: ۱/۲۶۴